اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بعض اسی خوبیوں سے نوازا ہوتا ہے کہ وہ خوبیاں ان کی زندگی کا حصہ اور شخصیت کی پہچان بن جاتی ہیں۔ ایسی ہی کئی خوبیوں کے مالک ہماری جماعت کے بزرگ عالم دین' حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی بھی تھی جنہوں نے تقریباً ایک صدی تک بلادِ عرب سے لیکر یورپ کے کفرستان تک عموماً اور برصغیر میں خصوصاً قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت' عقیدہ توحید کے پرچار اور ختم نبوت کی ناموس کی عزت وحفاظت کے لیے اپنا لڑکپن' جوانی حتیٰ کہ بڑھاپا تک صرف کردیا اور وفات سے چند دن قبل تک ان کے اس تگ وتاز میں کوئی کمی نہیں آئی۔ گویا انہوں نے ساری زندگی داعی الی اللہ اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے گزاردی اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے تبلیغ دین کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا اسی لیے جماعت میں وہ بابائے تبلیغ کے نام سے معروف ومشہور تھے۔

3 نومبر 1998ء بروز منگل کو ہم نے انہیں اپنے آبائی گاؤں جید چک نمبر 16 ضلع شیخوپورہ میں سالانہ کانفرنس کے موقعہ پر دعوت دی تو ماشاء اللہ دور دراز کا سفر کر کے تشریف لائے اور عشاء کے بعد تقریباً پونے دو گھنٹے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا ہم نے بھی انہیں صرف عقیدت سے یہ زحمت دی کہ وہ اتنا لمبا سفر کریں کہ وہ برصغیر میں جماعت اہل حدیث کے محسنوں میں تھے جنہوں نے بلا دو قصبات میں جھونپڑیوں اور ڈیروں پر مسلک اہل حدیث کی دعوت کو پھیلایا اور انہوں نے بھی ماشاء اللہ دل کی گہرائیوں سے اتنا جم کر بیان کیا کہ اس کی چاشنی آج تک لوگ محسوس کررہے ہیں ان شاء اللہ کبھی انہی صفحات میں ان کے خطاب کو شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ دوران تقریر انہوں نے فرمایا کہ آج تک میں نے کسی کی نبض نہیں دیکھی (یعنی طب کو بطور پیشہ اختیار نہیں کیا) کبھی تعویز نہیں لکھا۔ کوئی دوسرا کاروبار نہیں کیا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے گھر مسجد کی خدمت کی ہے یا پھر اس کے دین کی تبلیغ میں زندگی بسر کردی ہے۔ ساری

زندگی مولانا کا یہ معمول رہا تمام نمازیں وہ خود پڑھاتے بعد نماز فجر درس قرآن مجید دیتے جو کہ شروع سے آخر تک ترتیب سے اس کی تفسیر بیان کرتے اور اب تک چار مرتبہ قرآن مجید کی تفسیر دروس میں بیان کر چکے تھے اب چند سالوں سے وہ اپنے بیٹے کے گھر میں رہتے تھے جو کہ مسجد سے ذرا ہٹ کر تھا بڑھاپے کی وجہ سے فجر کے وقت تو مسجد میں نہ آسکتے تھے البتہ انہوں نے یہ معمول بنالیا تھا کہ صبح 9 بجے وہ مسجد میں تشریف لے آتے سارا دن مسجد میں گزارتے لوگوں کے مسائل حل کرتے سوالوں کے جواب دیتے عصر کے بعد معمول کے مطابق درس قرآن ارشاد فرماتے اور بعد ازاں شام کو گھر تشریف لے جاتے"۔

ایک دفعہ راقم الحروف عزیزم حافظ بدر منیر انور کی دعوت پر بوریوالہ میں جمعہ کا خطبہ دینے کے لیے گیا تو بعد نماز جمعہ باباجی کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ تعارف کے بعد فرمانے لگے کہ عصر کی نماز بھی پڑھانی ہے اور بعد عصر درس بھی دینا ہے میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں فرمانے لگے نہیں میں نے کہہ دیا ہے کہ اب لیے آپ نے ہی یہ سب کام کرنے ہیں چنانچہ عصر کی نماز سے جب فارغ ہوئے تو باباجی نے خود اعلان فرمایا اور تعارف بھی کروایا یہ ان کی عظمت اور بڑا پن تھا کہ میری ان سے کوئی زیادہ ملاقات نہ تھی مگر انہوں نے مجھے بھرپور پروٹوکول دیا اور حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ بعد میں اس سے بھی بڑی بات یہ ہوئی کہ مولانا مجھے فرمانے لگے کہ ممبر پر بیٹھ کر درس دینا ہے مگر میں نے عرض کیا کہ آپ کے احترام کا تقاضا ہے کہ میں مصلے پر ہی بیٹھ کر درس دے دیتا ہوں مگر وہ نہ مانے جب ان کا اصرار اور میرا انکار بڑھا تو فرمانے لگے ٹھیک ہے اگر آپ میری وجہ سے ممبر پر نہیں بیٹھ رہے تو میں باہر چلا جاتا ہوں آپ ممبر پر بیٹھ کر درس دیں گے۔

درس کے بعد بڑے اچھے الفاظ میں تحسین فرمائی اور فرمانے لگے آپ بوریوالہ میں آئے تھے تو جمعہ سے پہلے آجاتے تو جمعہ ادھر مرکزی مسجد میں پڑھاتے اب آپ جب بھی بوریوالہ میں آئیں تو جمعہ کسی اور مسجد میں نہیں بلکہ یہاں میری مسجد میں پڑھانا ہے۔ اس کے بعد باباجی سے میل ملاقات زیادہ ہوئی تو وقتاً فوقتاً فون پر بھی بات ہو جاتی۔ 23 فروری کو راقم کے والد محترم وفات پا گئے تو پہلے فون پر تعزیت کی پھر بنفس نفیس جامعہ سلفیہ میں تشریف لائے اور ڈھیروں دعائیں دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا واقعی اسلاف کی یادگار اور نشانی تھے کہ جہاں مسلک کی تبلیغ کے لیے کوشاں

رہتے وہاں وہ نئے خطباء اور چھوٹوں پر بڑے مہربان بھی تھے ورنہ آج کل تو برداشت کا دور ہی ختم ہو گیا ہے اور جتنا حسد علماء کے طبقہ میں ہے شاید ہی کوئی دوسرا طبقہ اس کی مثال پیش کر سکے اور اس رو میں بڑے بڑے لوگ بھی بہہ جاتے ہیں کہ حوصلہ افزائی تو درکنار کسی کی صلاحیت اور خدمت کا اعتراف بھی شاید شجر ممنوعہ سمجھتے ہوئے اس سے بدکتے ہیں جبکہ ہمارے اسلاف دل ودماغ کے بڑے صاف ستھرے اور دل کے بڑے کشادہ تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اس کی شاید ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ذاتی مفادات سے بالا تر ہو کر اجتماعی مفادات اور مسلکی و جماعتی فوائد پر ان کی نظر ہوتی تھی جبکہ ہم اپنے ذاتی مفادات کے لیے سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون مولانا مرحوم خود بہت بڑے خطیب تھے جب وہ اپنی تقریر میں برصغیر کے کبار علماء کرام خصوصاً شیخ الاسلام' مولانا ثناءاللہ امرتسری' امام العصر مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی' بطل حریت مولانا سید داؤد غزنوی' شیخ الحدیث' مولانا محمد اسماعیل سلفی و دیگر اکابرین رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ کرتے تو بڑھے جذباتی ہو جاتے اور ان کے کارہائے نمایہ کا تذکرہ بڑے خوبصورت پیرائے میں کرتے۔

تقریباً ایک صدی کی تحریک اہل حدیث اور برصغیر میں اہل حدیث کی خدمات اور ترقی وعروج کے نا صرف کہ وہ عینی شاہد تھے بلکہ اس تحریک کا خود بھی ایک حصہ تھے مگر افسوس کہ ہم ان سے وہ تاریخی واقعات اور کارنامے بھی آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ نہ کروا سکے شاید ہمیں فرصت نہیں یا پسند نہیں یا برداشت نہیں؟ بہر حال کچھ نہ کچھ ضرور ہے جس کی وجہ سے آئندہ آنے والی نسلیں ایک بہت بڑے سرمائے سے محروم رہ گئی ہیں۔

بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بہت بڑی خوبی جس نے ان کو تمام علماء کرام اور خطباء عظام بلکہ پوری جماعت میں نہ صرف کہ ممتاز کر دیا تھا بلکہ قدر ومنزلت سے بڑھ کر عقیدت کا حقدار بنا دیا تھا وہ ایک ہی جگہ پر بیٹھ کر عُسر یُسر اور نشیب وفراز کے باوجود دین کی خدمت کرنا ہے ورنہ علماء کرام اور خصوصا خطباء حضرات میں جو یہ کمی آ گئی ہے کہ وہ ایک جگہ پر ٹک کر بیٹھتے نہیں بلکہ یا تو زیادہ تنخواہ کے لالچ یا پھر تقاریر کے ذخیرہ کے ختم ہونے سے جگہ تبدیل کرنا بڑا فخر سمجھتے ہیں اور بعض

حضرات تو اسے اعزاز سمجھتے ہیں اور اپنی مجلسوں میں بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ اب تک میں اتنی مسجدیں تبدیل کر چکا ہوں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اور یہ کمزوری خصوصی طور پر اس وقت زیادہ بڑھ گئی جب ہماری مساجد میں خطیب اور امام کی ذمہ داری الگ الگ ہوگئی۔ آئمہ حضرات کی اکثریت ایسی ہے جو لوگوں کو پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر ہے۔ الاماشاء اللہ پھر مساجد کی انتظامیہ بھی کوشش کرتی ہے کہ معمولی سے معمولی تنخواہ پر کسی طالب علم یا فقط حافظ قرآن کا انتظام کرلیا جائے کہ وہ جماعت کروادیا کرے۔ جبکہ خطیب صاحب تو صرف جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لیے آئیں گے اور خطبہ دیکر واپس چلے جائیں نتیجۃً خطیب کا اپنی مسجد محلے اور علاقے میں کوئی رابطہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کی علیک سلیک اس حد تک ہوتی ہے کہ وہ ان لوگوں کی خوشی غمی میں شریک ہوں جبکہ یہ چیز ایک مبلغ آدمی کے لیے بڑی مفید بھی ہے اور ضروری بھی۔ اس کے اثرات ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اہل حدیث مسلک کے حامل افراد بھی عمل کے لحاظ سے بڑے کمزور ہوگئے خصوصاً نوجوان طبقہ اپنے مسلک کے متعلق ابتدائی اور ضروری معلومات بھی نہیں رکھتا کیونکہ پہلے باقاعدہ خطیب مسجد ترجمہ قرآن کی کلاس لگایا کرتے تھے فجر کی نماز کے بعد درس قرآن ہوتا تھا عشاء کی نماز کے بعد حدیث شریف کا درس ہوتا تھا۔ میری مساجد کی انتظامیہ اور علماء کرام سے نہایت مودبانہ گذارش ہے کہ اس اہم معاملہ میں غور فرمائیں اور اس کا کوئی حل تلاش کریں ورنہ یاد رکھیں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ ناقابل تلافی نقصان اٹھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت سے پہلے پہلے سنبھلنے کی توفیق فرمائے۔ آمین اس سلسلہ میں فریقین کو اپنی اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہیے انتظامیہ اپنے خطیب کی معقول خدمت کرے اور اس سے مکمل تعاون کرے کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت اپنی مسجد اور اہل محلہ کے جماعتی احباب کو دے اور خطباء حضرات کو بھی لالچ چھوڑ کر خالصتاً لوجہ اللہ مسلک اور جماعت کی خدمت کرنا چاہیے کہ جماعت خود بخود آپ کی عظمت کی معترف ہوکر آپ کو دل و جان سے چاہے اور تعاون کرنے لگ جائے جب آپ اپنے آپ کو مارکیٹ میں لا کھڑا کرتے ہیں تو لوگ آپ کو پیسے تو دے دیں گے لیکن عزت نہیں کریں گے بلکہ بڑے فخریہ انداز میں کہیں گے کہ فلاں مولوی اتنے روپوں کی مار ہے اور فلاں اتنے کی۔ وغیرہ وغیرہ

ایک دفعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں کسی تقریب سے خطاب فرمارہے تھے بہت بڑا مجمع تھا مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور باہر سڑک تک لوگ موجود تھے۔ مولانا فرمانے لگے لوگو! جب میں گوجرانوالہ میں آیا تھا تو صرف دو آدمی رفع یدین کرتے تھے اب آپ مسجد کے ممبر سے لیکر جج کی کرسی تک دیکھیں تو آپ کو اہل حدیث ہی نظر آئیں گے'' اس کے بعد جو انہوں نے فرمایا وہ جملہ بھی خطباء حضرات اور مساجد کی انتظامیہ کے لیے قابل غور ہے فرمانے لگے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آج تک یہ نہیں کہا کہ میرا گزارہ نہیں ہوتا اور میری جماعت نے بھی یہ کبھی نہیں کہا کہ ہمیں مزہ نہیں آیا۔ جگہ جگہ پھرنا نہ اپنی عزت ہے نہ دین کی خدمت'' میرا خیال ہے اس سے زیادہ جامع تبصرہ اور مختصر الفاظ میں راہنمائی شاید نہیں ہوسکتی آج جب ہم دیکھتے ہیں کہ کئی خطباء کے تو ہر مہینے مستقل خطبات جمعہ کے اشتہار چھپتے ہیں اور کئی دو تین ماہ کے عنوانات لکھوا کر شائع کر دیتے ہیں ابھی وہ فہرست مکمل نہیں ہوتی کہ نئی جگہ کے لیے مستقل خطبات کا اشتہار شائع ہو جاتا ہے۔ اور مساجد کی انتظامیہ بھی اسی کوشش میں رہتی ہیں ہم کون سا خطیب رکھیں کہ قریب والی مساجد کی رونق ختم نہیں تو کم ضرور ہو جائے اور فخر سے بیان کریں گے کہ ہماری مسجد کے جمعہ میں فلاں مسجد کے اتنے نمازی آئے تھے۔

اللہ کے بندو! ایسی سوچ چھوڑ و صرف اور صرف دین اسلام کی تبلیغ کو مطمع نظر بناؤ اور حق کو بیان کرنا ہی اپنا نصب العین قرار دے لو تو پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ آپ کو کس قدر برکت' عزت اور قدر و منزلت سے نوازتا ہے۔

یہ جملہ معترضہ کچھ طویل ہو گیا جس پر میں قارئین سے معذرت خواہ ہوں لیکن یہ میرے جذبات تھے جو میں نے اپنے معزز قارئین کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے کسی کے دل میں میری بات

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل عرصہ جو زندگی کے تقریبا 63 سال بنتے ہیں ایک ہی جگہ پر گزار دیا دنیا کا کوئی لالچ انہیں متزلزل کر سکا اور نہ کسی کے خوف سے ان کے پایہ استقلال میں لغزش آئی۔ ان کی اس خوبی کا اعتراف اپنے بیگانے ہر چھوٹے اور بڑے کی طرف سے ان کے جنازہ پر دیکھنے میں آیا کہ شہر کے تمام کاروباری مراکز بند تھے تمام لوگ باباجی کے جنازے میں شریک تھے حتی کہ

فٹ پاتھ پہ اپنی دکانیں سجانے والوں نے بھی انہیں کپڑوں سے ڈھانپ رکھا تھا کہ جنازے کے بعد ہی ہم کاروبار کریں گے۔ مقامی انتظامیہ خصوصاً ٹریفک پولیس اور پنجاب پولیس نے بڑے احسن انداز سے انتظامات کو سنبھالا ہوا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جنازے بہت بڑا تبلیغ کا ذریعہ ہیں اس لیے ان کے لیے پورا اہتمام کرنا چاہیے اور احسن انداز سے اس کی ادائیگی کرنی چاہیے اسی لئے امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا الفرق بيننا وبينهم يوم الجنائز ان کا اور ہمارا فرق جنازے پر واضح ہوگا۔

دور دراز سے باباجی کے معتقد تو نماز جنازہ میں شریک تھے ہی بوریوالہ شہر کے تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام بھی نا صرف کہ جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ بڑے شاندار انداز میں حضرت باباجی کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کی وفات کو اپنے شہر کے لیے ایک عظیم خلا قرار دیا۔

تمام مہمان اور معزز علمائے کرام جہاں باباجی کے بیٹوں جناب مولانا زبیر صاحب' جناب ریاض قدیر صاحب۔

اور ان کے پوتے جناب سہیل اظہر صاحب' (کہ جنہوں نے آخری ایام میں حضرت باباجی کی خدمت میں نا صرف کہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا بلکہ خدمت کا حق ادا کر دیا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے) سے تعزیت کر رہے تھے وہاں وہ ایک دوسرے سے بھی دکھ اور غم کا اظہار کرتے تھے گویا کہ یہ صدمہ صرف باباجی کے خاندان اور آل اولاد کا ہی صدمہ نہیں ہے بلکہ یہ پوری جماعت کا صدمہ ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ باباجی نے جس طرح پورے خلوص کے ساتھ جماعت کی بے لوث خدمت کی اور بوریوالہ شہر سے اپنی نسبت کو قائم رکھا جماعت نے بھی اور بوریوالہ کی عوام خصوصاً باباجی کی مسجد کی انتظامیہ نے اسی طرح عقیدت ومحبت سے اس کا جواب دیا اللہ تعالیٰ باباجی کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی بشری لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے ان کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام نصیب فرمائے۔ اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو پورا پورا اجر نصیب فرمائے آمین

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وادخله جنة الفردوس

☆......☆......☆